20-8-2020

Name- Adil Rashid

Asst. Professor (Urdu) RN COLLEGE

موضوع - حلقۂ اربابِ ذوق

Topic- Halqa e Arbab e Zouq

For M A Student

Scanned with CamScanner

حلقۂ اربابِ ذوق

بیسویں صدی کے نصف اول کا زمانہ تمام انسانیت کے لیے انتشار کا زمانہ تھا - ہندوستانی معاشرہ بھی انتشار، اختلال، افراتفری، پریشانی اور تکدر کا شکار تھا - 1905-1917 روسی انقلاب، پھر پہلی جنگ عظیم کے اثرات پوری دنیا پر مرتب ہوئے - دور ہٹلر کی فاشزم کے بعد دوسری جنگ عظیم کے خطرات منڈلانے لگے تھے - سیاسی کشمکش کا دور دورہ تھا - اقتدار کی تگ و دو شروع تھی - بین الاقوامی بحران اپنے عروج پر تھا -

اسی وقت میں ادیبوں، شاعروں اور فن کاروں نے آواز بلند کی - یورپ کے روشن خیال اور ترقی پسند حلقوں میں فاشزم کے خلاف ردعمل ہوا - 1935 میں ادیبوں کی ایک کانفرنس ہوئی - ہندوستانی طلباء بھی اس میں شامل ہوئے اور

ایک کانفرنس میں ترقی پسند تحریک کا مینی فیسٹو پیش کیا۔ ہندوستان واپسی پر انہوں نے لکھنؤ میں ترقی پسند مصنفین کی کانفرنس منعقد کی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب علم نفسیات کو مقبولیت حاصل ہوئی۔ ترقی پسندوں نے فرد کے جذبات و احساسات کو کم اہمیت دی تھی بلکہ نظر انداز کیا تھا۔ ترقی پسند مصنفین کو کمیونسٹ پارٹی کی سرپرستی حاصل تھی اور ترقی پسند فنکار اس کی حکمت عملی کو روبہ عمل لانے کے پابند۔

معاشرے کو اہمیت دے کر فرد کو اس کا آلہ کار بنا دیا گیا تھا۔ اس کا ردعمل لازمی تھا۔ فرد کے جذبات و احساسات کو اہمیت دی گئی اور حلقہ ارباب ذوق کا قیام عمل میں آیا۔ حلقہ ارباب ذوق کا قیام چونکہ لاہور میں عمل میں آیا اس لیے اسے عموماً پنجاب کا حلقہ مشہور کیا گیا۔ لیکن بعد میں

Scanned with CamScanner

برِصغیر کے تمام قلم کاروں نے اس میں شرکت کی اور اپنا تعاون دیا۔

حلقہ اربابِ ذوق نے صرف ادبی اجتماعات ہی نہیں کیے بلکہ عملی طور پر بھی شعر و ادب کے فروغ میں اپنا حصہ ادا کرنے کی کوشش کی۔ میراجی نے اس کی مقبولیت میں اہم رول ادا کیا۔ 1941 کی بہترین نظموں کا انتخاب کیا گیا اور اس کی اشاعت عمل میں آئی۔ اس انتخاب میں 24 نظمیں ہیں جو احمد ندیم قاسمی، فیض احمد فیض، مختار صدیقی، ن م راشد، جوش، اختر شیرانی، سلام مچھلی شہری، شاد عارفی، میراجی، اختر الایمان اور راجہ مہدی علی خاں جیسے فن کاروں کے زورِ قلم کا نتیجہ ہیں۔ 1941-1947 تک حلقہ اربابِ ذوق کی مجالس میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں ہوئی نہ مباحث کے رنگ بدلے، نہ ہی کوئی

Scanned with CamScanner

شعری نقطہ نظر واضح ہوا۔ البتہ 1941-1949 تک کی بیشتر نظموں کے عنوان سے جو مجموعے شائع ہوئے ان میں حلقے سے منسلک ادیبوں کی فنی بصیرت اور شعوری ادراک کا عکس ضرور موجود ہے۔ بعد ابتداء میں حلقہ ان شعری انتخابات کو خود ہی شائع کرتا تھا لیکن بعد میں اس کی مقبولیت کے ساتھ ناشروں سے معاہدہ ہوا اور معمولات کے تعلق سے ناشروں کے اخراجات اور تقاضوں کو ملحوظ رکھا جانے لگا۔

تقسیم ملک نے اسے شدید نقصان پہنچایا۔ نظموں کی اشاعت کا سلسلہ مسدود ہو گیا۔ بعد میں حلقے نے اپنا مرتب کردہ جریدہ "نئی تحریریں" شائع کیا جس کی پہلی جلد 1948 میں کراچی اور دوسری جلد 1954 میں لاہور سے شائع ہوئی۔

~~اب~~ حلقے کے جلسوں میں نظموں کے ساتھ افسانے بھی پیش کیے جانے لگے۔ اس دوران بیشتر نظموں کے ساتھ بہترین

Scanned with CamScanner

افسانے، منظومہ بہترین شاعری اور بہترین مقالے شائع ہوئے۔

12 مارچ 1972 میں حلقہ دو حصوں میں منقسم ہو گیا۔ اور جس
گروہ نے قطع تعلق کیا اس نے اپنا نام حلقہ اربابِ ذوق (ادبی)
رکھا۔ یہ گروہ ادب کو خالص ادب کے حوالے سے جانچتا اور پرکھتا
تھا۔ دوسرا گروہ خالص سیاسی نقطہ نظر سے۔ اس طرح ادب
اور سیاست ان کی شناخت بن گئی۔

1980 میں حلقہ اربابِ ذوق (پاکستان) شاخ لاہور کا قیام
عمل میں آیا۔ بعد میں یہ معطل ہو گیا اور تین دھڑوں میں بٹ گیا۔
اور پھر ادبی تاریخ کا حصہ بن کر رہ گیا۔

حلقہ اربابِ ذوق کو یورپ اور انگلستان سے وابستہ
کر دینا درست نہیں۔ خارجی اثرات کی اہمیت کے ساتھ ساتھ

داخلی محرکات بھی اپنی جگہ اہمیت کے حامل ہیں۔ مشرقی پسندی کی طرح انھوں نے بھی فرانس اور انگلستان کے اثرات قبول کیے۔ انھوں نے زندگی کی کشاکش اور خارجی حالات کی کشمکش میں راست حصہ نہ لیا جس طرح انتہائی طور پر مشرقی پسند چاہتے تھے۔ حلقۂ اربابِ ذوق نے ادبی اقدار کو ملحوظ رکھا مثلاً ایک ممبر صاحب کا قول ہے کہ

"ہمارے خیال میں ادب کی اولین خصوصیت یہی ہے کہ وہ اول اور آخر ادب ہو۔ مشرقی پسندی اور رجعت پسندی بعد کی باتیں ہیں۔ جو چیز معیار پر پوری نہیں اترتی حلقے کے نزدیک درخورِ اعتنا نہیں۔"

(ادبی دنیا، لاہور، جولائی 1945ء ص 44)

یہ اول و آخر والی بات انتہا پسندی پر مبنی تھی جو ادب کے ساتھ زندگی کو حشو و زوائد شمار کرتے ہیں۔ اس داخلیت پسندی نے حلقے کو معروف ہونے نہیں دیا۔ یہ رجحان میراجی کے یہاں بدرجۂ اتم موجود ہے۔ وزنات ہیں

Scanned with CamScanner

"اگر وہ ایک لمحہ کے لئے فن برائے حیات کو تسلیم کر بھی لیا جائے تو ہم یہ کہیں گے کہ فن برائے فن کے بغیر فن ہی نہیں ہو سکتا ۔ گویا یہ برائے حیات کا دم چھلہ کہیے ۔۔۔۔"

لہٰذا یہ بات درست ہے کہ حلقہ ارباب ذوق کی ادبی اقدار کو معاشرہ کے اونچ نیچ سے کوئی مطلب نہیں تھا جو ادب برائے زندگی کے حامیوں کا تصور ہے ۔ لیکن ن م راشد نے حلقے کے ادب کو نہایت معتدل اور متوازن انداز میں یوں بیان کیا ہے ۔

"جدید شاعری کی جس تحریک سے میں وابستہ ہوں اس کے دو بنیادی مقاصد تھے ۔ نظم کی جکڑ بندیوں سے اردو شاعری کو آزاد کرانا اور دوسرے معاصر زندگی کی حقیقتوں سے قریب لانا ۔"

اس سے حلقہ ارباب ذوق کے نصب العین کا اظہار ہوتا ہے کہ اس نے شعر و ادب اور معاصر زندگی کو کس حد تک سمجھا ۔ حلقہ ارباب ذوق نے فنکار کے انفرادی احساس پر زور دیا ۔

انہوں نے شعور کو نظر انداز کیا لیکن تحت الشعور اور لاشعور کی باتیں
ان کے یہاں زیادہ پائی جاتی ہیں۔ ان کے یہاں احساسِ ذات شدید
ہے۔ انہوں نے خود اور معاشرہ کی کشمکش میں معاشرہ کے
مقابلے خود اور ذات کو اہمیت دیا۔ تحلیلِ نفسی اور تحت الشعور
اور لاشعور کے رجحانات نے فنکاروں کو داخلی مطالعے کی ترغیب دی۔
لہٰذا انہوں نے ذاتی کیفیات اور وارداتِ قلبی کو ظاہر کرنے کے لئے
اسلوب میں نت نئے تجربے کرے اور اوزان و بحور میں تبدیلیاں لائیں۔
انہوں نے مروجہ اصطلاحات، استعارات، تشبیہات وغیرہ کو یا
تو قطعاً رد کیا یا نئے مفاہیم سے آشنا کیا۔

حلقہ اربابِ ذوق نے اپنی ذات کو اہمیت ضرور دی لیکن خارج
اور سماج کو نظر انداز نہیں کیا۔ باغیانہ روش کے باوجود
روایت کے احترام اور سماجی رشتہ کی پاسداری کا خیال
موجود ہے جس کی مثال میراجی کی "ابوالہول" جیسی

منظومات ہیں ۔ وہ ادب کو زندگی کا ترجمان مانتے ہیں اور
عصری زندگی کی عکاسی کے قائل تھے ۔

حلقہ ارباب ذوق نے تجربے پر زور دیا ساتھ ہی موضوع کے انتخاب
اور ہر ادیب و شاعر کے انداز فکر کو بھی اہمیت دی ۔ ان کا
ماننا تھا کہ جدت یا انفرادیت فن پارے کو قابل قبول بناتی ہے ۔
حلقہ ارباب ذوق کے نزدیک تجربہ اور انفرادیت فن کی بنیادی
چیزیں ہیں ۔ انہوں نے آزاد نظم کو وسیلہ اظہار بنایا ۔
بعد میں جدیدیت کے جو رجحانات منظر عام پر آئے ان کی ساخت
و پرداخت میں ان کا گراں قدر حصہ ہے ۔ ~~جدیدیت بہت~~